سوال

(116) قبل از عقد نکاح مخطوبہ و منکوحہ کو زیورات ہبہ کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے اطراف ودیار میں یہ رواج ہے کہ قبل از عقد نکاح مخطوبہ و منکوحہ کو شوہر یا ان کے اولیاء زیورات بطریق تملیک ہبہ عورت کو دئے گئے یا جب تک شوہر راضی رہے اور اس وقت تک بطریق اباحت منافع استعمال بغیر تملیک عین دیئے گئے بلکہ تعامل قومی اور تعارف فیما بین الناس کے موافق دیتے رہتے ہیں۔ اور تعامل یہ ہے کہ شوہر اور اس کے اولیاء برابر اپنے کو ان زیورات کا دائمی مالک سمجھتے ہیں حتی کہ عورت اور اس کے اولیاء کو قطعا یہ اختیار نہیں کہ زیورات مذکورہ میں از قسم رہن وہبہ و بیع وغیرہ تصرف فی العین کریں اگر کسی عورت نے اس نوع کا کوی تصرف کیا تو تعامل یہ ہے کہ عورت مجرمہ گردانی جاتی ہے اور پنچایت کا بھی ہی فیصلہ ہوتا ہے۔ اور اگر عورت مردائے بلا شرکت غیرے شوہر اپنے دیئے ہوئے ان زیورات کا مستحق سمجھا جاتا ہے یہی تعامل ہے اور قومی پنچایت کا فیصلہ ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر شوہر انتقال کر جائے اور عورت دوسرا شوہر کرنا چاہے تو متوفی کے ورثاء اور اولیا شوہر کے دیئے ہوئے کل زیورات کا مستحق اپنے کو سمجھتے ہیں اور جہاں پنچایت میں یہ معاملہ پیش ہو فورا یہ فیصلہ صادر کیا جاتا ہے کہ جب شوہر مر گیا اور عورت دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے تو شوہر کے زیورات وابس کرو۔ یہ طرز عمل اثبات استحقاق وبقاء ملک زوج کی انتہا ہے کہ عورت کا شوہر کے دیئے ہوئے زیورات پر کوئی حق ہی نہیں سمجھا جاتا (سہام شرعیہ کے موافق حصہ کے متعلق بھی بحث تک نہیں آئی) گویا کہ یہ قومی مسلمات میں سے ہے کہ زیورات شوہرہ کی ہوتے ہیں (اگرچہ توریت شرع کے خلاف اس صورت میں عورت کو محروم کرنا بالکلیہ درست نہیں ہے۔

مگر قومی تصور اور تعامل وکھلانا ہے کہ زیورات کے متعلق ان کا کیا نظریہ اور عمل ہے؟ گاہے طرفین میں قبل از عقد نکاح کچھ رنجش ہو جاتی ہے تو شوہر زیورات عورت کو قبل از عقد نکاح اس خوف سے نہیں دیتا کہ ایسا نہو عقد نکاح سے انکار کر دیا جائے اور میرے زیورات ڈوب جائیں کیوں کہ زیورات کی واپسی کے میرے پاس کو ہتکڑے نہیں البتہ بعد از عقد نکاح بلا خوف ضیاع زیورات عورت کو زیورات دے دیتا ہے کیوں کہ جانتا ہے کہ طلاق میرے ہاتھ میں ہے درصورت نزاع اگر زیورات کی واپس میں کچھ بھی کاٹ کپٹ کریں گے تو طلاق نہیں دوگا اس لئے زیورات واپس ہی کرنے پڑے گے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے زیورات پر بقاء استحقاق عود کے لئے (یہ قومی تصور تعامل خلع نہیں ہے کویں کہ ضلع زیورات ہی کی واپسی کے ساتھ متعلق نہیں ہے بلکہ یہ تو زیورات کے ضیاع وہلاک سے اطمینان خاطر کے لئے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زوجہ وزوج ہر ایک انتقال پر ہر صورت زیورات کی واپسی کا حق سمجھتے ہیں) نیز کچھ ایسی بھی چیزیں ہیں جو زیورات کے علاوہ بھی قبل از عقد عورت کو دی جاتی ہے مثلا شرینی کپڑے چوڑیاں سربند جوتیاں عطر مہندی مگر ان اشیاء کے متعلق تعامل یہ ہے کہ اتلاف تصرف فے العین کے لئے دی جاتی ہیں شوہر ان کے عاعدہ کا استحقاق نہیں سمجھتا اور کوئی سوال نہیں کیا جاتا ہے کہ یہ اشیاء کیا ہوئیں؟ کسی دے دی گئی یا خود استعمال کی گئیں؟ اگر باہم کوئی نزاع ہو جائے تو شوہر ان کا مطالبہ کرتا ہے اور نہ قومی پنچایت (بخلاف الحلی کما مر) بلکہ اگر اولیاء مراۃ تملیک زیورات کی شرک کرنے لگیں تو شاید ہی کوئی خوش حال صاحب استطاعت غیر مضطر آدمی بدیں شرط زیورات دینے پر راضی ہو۔

پس سوال یہ کہ کیا مذکورہ بالا تعامل کے موافق جو زیورات عورت کو دئے گئے وہ عورت کی ملکیت ہو جائیں گے؟ کیا شرعا تسلم للبقا اور تسلیم للاتلاف میں کوئی فرق نہیں؟ اور قومی تعامل وتعارف کیا احد الامرین (تسلیم للبقا و تسلیم للاتلاف) کا مرجع نہیں؟ کیا بموافق عموم مجمل حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ لخ سل السلام مطبع فاروقی 83/20 مسک الختام نظامی 189/6 عورت ان زیورات کی مالکہ ہو جائے گی اگرچہ حسب تعامل تملیکا نہیں دئے گئے؟

نوٹ: یہ زیورات شوہر اپنی مرضی سے حسب استطاعت عورت کو دیتا ہے نہ شرائط مہر میں سے ہوتے ہیں نہ شرائط نکاح میں سے۔

س : (2) مرد اگر بلاوجہ اپنی مرضی سے مخطوبہ سے نکاح کرنا چاہے توجوزیورات مذکورہ بالاتعامل کے موافق مخطوبہ کودے رکھا تھا۔کیا شرعا ان کوواپس لے سکتا ہے؟ یا شورہ قبل عقد فوت ہوجائے تواس کے ورثاء واپس لے سکتے ہیں؟ حالاں کہ حدیث عمرو بن شعیب مذکورہ بعمومہ فیصلہ کرتی ہے کہ قبل عصمت النکاح جوچیز بھی عورت کودی جائے وہ اس کی ہوتی ہے۔ فقط۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جواب : (1) مرد اگر بلاوجہ اپنی مرضی سے مخطوبہ سے نہ نکاح کرنا چاہے توجوزیورات مذکورہ بالا تعامل کے مافق مخطوبہ کودے رکھا تھا۔کیا شرعا ان کوواپس لے سکتا ہے؟ یا شوہر قبل عقد فوت ہوجائے تواس کے ورثاواپس لے سکتے ہیں ؟ حالاں کہ حدیث شعیب مذکور بعمومہ فیصلہ کرتی ہے کہ قبل عصمت النکاح جوچیز بھی عورت دی جائے وہ اس ی کی ہوتی ہے۔ فقط۔ سائل

ج : (1) جوزیوریا پارچات عورت کوقبل عقد نکاح پہنائے جاتے ہیں اگروہ بعوض مہر دئے جائیں تووہ بعد عقد نکاح عورت کا ملک ہوجاتے ہیں واپس نہ ہوں گے اس لئے کہ وہ مستعاد نہیں ہوتے گوتصریح کسی امر کہ نہ ہو۔ مگر حقیقت میں وہ بحکم حدیث نبوی ہبہ ہوتے ہیں عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ عَلَى صَدَاقٍ أَوْ حِبَاءٍ أَوْ عِدَةٍ، قَبْلَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ، فَهُوَ لَهَا وَمَا كَانَ بَعْدَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ، فَهُوَ لِمَنْ أُعْطِيَهُ، وَأَحَقُّ مَا أُكْرِمَ عَلَيْهِ الرَّجُلُ ابْنَتُهُ أَوْ أُخْتُهُ» (رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ بسند جید متصل)

لہذا وہ اس کا ملک ہیں اوراشیاء خوردنی ونوشیدنی وغیرہ عرفا للاتلاف وعدم الردہی ہوتی ہیں۔ بحکم حدیث نبوی المسلمون علی شروطھم اخرجہ احمد ابوداود والحاکم وصححہ والترمذي وقال : حسن صحیح بے شک عروف وتعامل پنچایت کا اعتبار ہے مگر کتاب وسنت کے خلاف ہے لہذا پنچایت کا مذکورہ بالا فیصلہ باطل ہے۔

ج : (2) اگرکسی وجہ سے عقد نکاح نہ ہویا عورت مرد دونوں میں کوئی مرگیا تووہ صورت مذکورہ بالا سے خارج ہے سائل کومغالطہ ہوا ہے حدیث کا مفاد یہ ہے کہ گو قبل عقد نکاح عورت کوکچھ دیاگیا ہے مگر بعدازاں عقد نکاح ہوگیا۔ ایما امراۃ نکحت میں غور کیاجائے کہ یہ حکم منکوحہ کا ہے خواہ نکاح قبل اعطاء ہویابعد اعطاء ہو لہذا اس میں تفصیل ہوگی کہ اگر بعوض مہرکچھ دیا تووہ واپس ہوسکتا ہے اس لئے وہ جس کا عوض تھا وہ نہیں ہوااوراگروہ عطیہ یا ہبہ تھا تووہ بھی بحکم حدیث نبوی درنہ ہوگا۔ہاں حضرت عمر کا اثر موطامیں ہے کہ ہبہ بشرط واپس عوض واپس ہوسکتا ہے۔ ضعیف مرفوع روایۃ بھی ہے تواس صورت میں اس کا ثبوت ہوناچاہئے بہرحال یہ رد مختلف فیہ اور مشکل ہے۔ مکتوب

ضلع بستی اور گونڈہ کے علاوہ بعض دوسرے اضلاع کے قصبوں اوردیہاتوں میں بھی بہارونیپال کے پسماندہ مسلم علاقوں سے کچھ پشہ وردلال عورتیں اورلڑکیوں کولاکر خواہش مندوں سے پیسے لے کران سے ان عورتوں اورلڑکیوں کوبیاہ دیتے ہیں ان میں سے جولوگ محتاط ہوتے ہیں اور حلال وحرام کا خیال رکھتے ہیں ان لڑکیوں اور عورتوں کے وطن کا تہ پتہ پوچھ کروہاں جاتے ہیں اورپوری تحقیق واطمینان کے بعدوہیں پریاان کے اولیا باپ بھائی وغیرہ کواپنے ساتھ لاکراپنے یہاں ان لڑکیوں سے باقاعدہ نکاح کرتے ہیں اورجن کوحلال وحرام کی پراواہ نہیں ہوتی وہ ان دلالوں پراعتماد کرکے ان کی لائی ہوئی لڑکیوں سے نکاح کرلیتے ہیں۔ پہلی صورت کے جوازمیں کوئی شبہ نہیں اوردوسری صورت شرعا ہرگزجائز نہیں ہے۔

اولا : اس وجہ سے کہ ان لائی ہوئی لڑکیوں اور عورتوں میں سے بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جوشادی شدہ غیر مطلقہ ہوتی ہیں اورانہیں اغواکرکے لایا جاسکتا ہے جبکہ اس قسم کے واقعات سننے میں آتے رہتے ہیں۔

ثانیا: اس وجہ سے کہ کسی بالغہ یانابالغہ لڑکی کانکا بغیر اس کے شرعی ولی کے درست نہیں ہے اوران لڑکیوں کے ولی کاکچھ اتہ پتہ نہیں ہوتا اورن اس کاکوئی ثبوت ہوتا ہے کہ ان کے ولی نے کسی دوسرے شخص کواپنا اورقائم مقام بنایا ہے کہ وہ ان کی مولیہ کافلاں شخص سے نکاح کردے۔ غرض یہ کہ ایسی لائی ہوئی لڑکیوں اور عورتوں سے نکاح کرنا اس وقت جائز اوردرست ہوگا جبکہ نکاح کے خواہش منداس لڑکی کے اصل وطن گاؤں یاقصبہ میں جاکرپوری تحقیق وتفتیش کرے اوراطمینان کے بعداس گاؤں ہی میں اس کے ولی کی ولایت میں نکاح کرکے لڑکی کواپنے ساتھ لے آئے اوراس کے ولی اور گواہوں کواپنے ساتھ اپنے یہاں لواکر آئے اوربقاعد شرعیہ اس سے نکاح کرے۔ واضح رہے کہ جب تحقیق کرنے کےلئے لڑکی وطن جائے تواپنے گاؤں کے دوتین معتبر گواہوں کوبھی لواجائے تاکہ ان کی موجودگی میں معاملہ کی تحقیق ہواوروہ سارے معاملہ کے گواہ بنیں۔ بغیر اس کے ایسی لڑکیوں سے نکاح کرنا بری خطرناک بات ہے اور شرعا درست نہیں ہے۔

گاؤں میں جن لوگوں نے اس پہلے اس طرح کا کام کیا ہے وہ غلط ہے اورآئندہ کےلئے حجت نہیں بن سکتا۔ جولوگ روپیہ لے کریابغیر کچھ لئے ہوئے اسا قسم کانکاح پڑھادیتے ہیں وہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے۔ مکتوب

صورت مسؤلہ میں لڑکی مذکورہ کے باپ کی عدم موجودگی میں لڑکی کےچچا اورگاؤں کے دوسرے لوگوں نے لڑکی کااس کی اجازت سے عقد نکاح کیا ہے وہ شرعا صحیح ودرست ہے باپ ولی اقرب ہے اورچچا ولی ابعد ہے۔ لڑکی کانکاح کرنے کا حق اس کے ولی اقرب باپ کو ہے مگر جب وہ ناراض ہوکر گھر سے چلاگیا ہے اور لڑکی کے فتنہ میں بتلا ہونے کااندیشہ تھا تو ایسی حالت میں حق ولایت چچاکی طرف منتقل ہوگیا لہذاچچااورگاؤں کے لوگوں کاباہمی مشورہ کرکے لڑکی کی اجازت سے مناسب شخص سے اس کانکاح کردیناجائز اوردرست ہوا۔ مکتوب

بکر کے لڑکے کازید کی دوسری لڑکی سے جس نے بکری کی بیوی کادودھ نہیں پیا ہے نکاح شرعا درست اورجائز ہے۔ زید کی یہ دوسری لڑکی بکر کے لڑکے کی رضاعی بہن کی نسبی (حقیقی) بہن اور بکر کے لڑکے اوراس دوسری لڑکی کے درمیان وجہ حرمت نہیں پائی جاتی تحل أخت أخیہ رضاعا کما تحمل نسبا کأخ من الأب لہ أخت من أمہ تحل لاخیہ من ابیہ (شرح وقایہ 68/2)اس مسئلہ میں کسی کااختلاف نہیں ہے۔ مکتوب

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ

تعدد ازواج اس زمانہ میں قبیح ترین فعل خیال کیاجاتا ہے اوراس کانہایت مکروہ نام شرعی آوارگی رکھا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ: طلاق کی طرح اس کی بھی اسلام نے باکراہ اجازت دی ہے یامولویوں کی جماعت نے اپنی خوشی طبعی کےلئے ایک صورت بنالی ہے۔ مگر سچ پوچھئے توسخت نافہمی اوردیدہ دانستہ انکار ہے ملامفت کے بدنام ہیں۔

تعدد کی اجازت ہنود کے یہاں بھی ہے مگرستی کے رواج اورعقد بیوگان کی رسمی حرمت اورپھر ان کی کفایت شعاری بھی البتہ انہیں اس سے روکتی ہے پھر دنیاجانتی ہے کہ شریعت موسوی میں اس کی اجازت ہے۔ عیسائیت کوئی نئی اورعلاحدہ شریعت نہیں ہے۔ کیوں کہ انجیل میں ان ملکی آئیں میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں کیاگیا ہے جوانجیل سے پیشتر جاری تھے اورسچی بات یہ ہے کہ انجیل میں کہیں امتناع مرقوم نہیں ہے بلکہ بائبل کی متعدد آیتوں سے پایاجاتا ہے کہ تعدد ازواج م صرف نہیں بلکہ خاص خدا نے اس میں برکت دی ہے۔ صرف ان کی رہبانیت اوریورپ کے قدیم رواج توحدازدواج نے مذہبی جماعت سے بھی اس پر صادر کرادیا ہے اوراس ملکی قانون میں داخل کرادیا ہے۔

ہندوستان جہاں ہندو بھائیوں کے اوررسوم وخیال میں متحد ہم زباں ہوئے اس مسئلہ میں بھی رسم باری کی پاس رکھ لی اورجب یورپ کے ظل عاطفت میں پرورش پانےلگے تو ایک فطری بات تھی کہ کچھ اس ملک کی رسوم وآداب کی چاشنی سے بے بہرہ رہتے اورپھر جوان کے اعتراضات کے تیر برسنےلگے توان کے خیال اوراعتقاد بھی تتر بتر ہونےلگے اورایسے حواس باختہ ہوئے کہ جواب دیتے نہ اوربلاد اسلامی بھائیوں کاپاس رہانہ صحابہ کرام کے عمل کاخیال آیانہ ہی خدا کی اجازت کا بحران میں جومنہ میں آیا معترض ہی کے موافقت میں بولتے چلےگئے۔ نہ اس کی حکمت پرخیال دوڑایانہ اس کی مصلحت پر حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ اس میں مردوں کےلئے سیاسی قوت عیاشی کاعمدہ علاج ہے۔ اوربشرط قدرت عدل ومصارف بہت بڑی فیاضی..... کی نفس کشی اوراعلی درجہ مواسات ہے اورہند کی بیواؤں اوریورپ کی عورتوں کےلئے بے انتہار حمت کیوں کہ زمانہ حال کی مردم شماریوں نے بتلادیا ہے کہ چند مقامات کے سا کل ممالک میں عورتوں کی تعدادزیادہ ہے یہاں تک کہ انگلینڈ اورویلز میں کنواری اوراانڈ عورتوں کی تعدادایسے مردوں سے دولاکھ زیادہ ہے۔ پھر اپنی ذاتی راحت

وعیش اور خیالی تسکین وشادمانی کو ترجیح دینا اور لاکھوں عورتوں کو بدکاری وبداخلاقی کی بازاروں کی رونق بنتی اور مصیبت اور افلاس وکس مپرسی کے تہ خانوں میں مدفون ہنے دینا اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کچھ حصہ ان کو نہ دینا کس درجہ کا ظلم اور کیسی بے رحمی وسفاکی ہے!!!؟

عقلاء کے نزدیک درحقیقت وہ مذہب معاشرت وتمدن کےلئے مضر اور عورتوں کے حقوق کو تلف کرنے والا ہے جوایک سے زیادہ عورتوں کو کسی حالت اور کسی صورت میں مردوں کو جائز وقانون شریک ہونے کی اجازت نہ دے نہ کہ وہ جس نے ایسی صورتوں کو نظر انداز نہ کیا ہو۔

امید: بڑی عجیب بات ہے کہ جہاں کثرت ازواج کے لفظ سے عیسائی مصنفوں کے دل میں ایسے مکروہ خیالات گذرتے ہیں کہ وہ اس امر میں ہر ایک بات کی نسبت پہلے ہی مصمم ارادہ کرلیتے ہیں کہ اس میں عیب نکالیں اور نہایت بے باکی سے اعتراض کریں وہاں چند ایسے نفوس زکیہ پائے جاتے ہیں جواس مسئلہ کی خوبی و مصلحت کی نہایت خوشی دلی سے اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔

چنانچہ جان ملٹن نے اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ مسئلہ کی خوبی و مصلحت کا نہایت خوش دلی سے اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔

چنانچہ جان ملٹن نے اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ مسئلہ فی نفسہا کسی طرح قبیح نہیں ہے۔ مانٹگیون نے ملک کی آب وہوا اور طبعی وجوہات کے لحاظ سے مشاہدات کی بناء پر ایشائی ممالک میں امر کے رواج کی موضوعیت بتایا ہے (گو سچی بات یہ ہے کہ خود یورپ وامریکہ میں اس کی اشد ضرورت ہے جیساکہ معزز مسٹر الگزنڈر رسل دب صاحب امریکن نے اپنی تقریر میں اس کی تمنا اور حسرت ظاہر کی تھی) اور مسٹر جان ڈون پورٹ صاحب نے دونوں مذکور الصدر رایوں سے پورا اتفاق فرمایا ہے۔

علم قوائے انسانی اور علم طبعیات کے مسلسل تحقیقات اور ایسے منصف مزاج افراد کی اشاعت رائے کی بناء پر اور نیز ملکی معاشرت سیاست کی پکار مجبوری کی امید مجھے کامل یقین ہے کہ یہ مسئلہ بھی جلد وہاں کی ملکی قانون میں جاتا اور اس غرض کی تکمیل کےلئے اس سے سہل ترین صورت جو صرف تناسل وازدواج کے توسط سے حاصل ہوتی ہے دوسری نہیں ہوسکتی۔

اگر یہ رواج پاجائے تو مسلمانوں سے بڑھ کر یہاں کسی کا زور باقی نہ رہے اور ان کے ہزاروں مسئلے سہل ہوجائیں۔ تمام دفاتر اور محکمے ان سے پر ہوجائیں فوجیں ان سے بھر جائیں ان کی ایک سیلاب کی کیفیت ہوجائے اور پہاڑ کی طرح اٹل ہوجائیں۔ پھر کونسل میں کسی قوم کو ان کے مقابل میں اپنی کثرت مجارٹی پش کرنے کی ہمت بھی نہ ہو ہر جگہ ان کا ووٹ ہو اور ان ہی کی بات رہ جائے۔ انہیں نہ دوسری قوم سے مرعوب ہوکر انتخاب علاحدہ کی تجویز پش کرنے کی ضرورت باقی رہے کیوں یہ دن ہمارے قلت افراد کے باعث ہیں غیر اقوام سے کچھ نہیں بن پڑتی تو ہماری قلت افراد سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں۔

یہ کیسی سہل ترکیب ہماری مذہبی روایت نے بتائی تھی۔ لیکن افسوس کہ ہم اسلامک پالیکس کو ایک دم فراموش کرگئے ہیں۔ اور دیدہ ودانستہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ آج تک ہمارے کسی لیڈ ہند نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ حالاں کہ اس میں یہ راز بھی مضمر تھا کہ اس طریقہ ہر شخص متعدد قبائل کو اپنا ہمزبان اور ہمدرر اور ان سے مواخات پیدا کرسکتا اور اس کے ذریعہ کم ازکم چار قبیلوں کے اختلاف ونزاع مٹا سکتا ہے۔ یہ کوئی ذہنی بات نہیں ہے اور ملکوں میں اس لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جسے یقین نہ ہو تزک امیری مطالعہ کرے اور دیکھے کہ امیر عبدالرحمن خان مرحوم اس سے مستفیض ہوتے تھے یا نہیں!!۔

میرے خیال میں اس صورت سے عمدہ وفادار اور جانباز باجماعت قائم کرنے کا کوئی عنوان نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں اقبال قوم کی ایک خصوصیت یہ بھی دیکھی جاتی ہے کہ وہ کثیر الاولاد ہوتی ہے۔ اقوام جاپان جرمین چین اس وقت کثرت اولاد میں مشہور ہیں۔ کثیر الاولاد شخص گارڈفادر کہلاتا ہے اوب بھی نظر سے دیکھا جاتا ہے اس کو مد نظر رکھ افراد ملت کے بڑھانے کی صورت رسول ﷺ بتاتے ہیں کہ ایسی عورت سے شادی کرو جس سے زیادہ اولاد کی توقع ہو (تزوجوا الودود الولود) لیکن لیکن ہماری حالت اس کے خلاف ہے اور ہم اس کو باعث مضرت خیال کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہاجت میں جگہ پائے گا۔ اور عجب نہیں کہ مسئلہ طلاق کی طرح اس میں بھی پبلک حد اعتدال سے تجاوز کرجائے۔

اسلامی آبادی: اسلامی آبادی بڑھانے کی تدبیر کی طرف مذہبی روایات میں اشارات اس کثرت سے ہیں کہ اس موضوع پر مستقل رسالہ مرتب ہوسکتا ہے۔ بہر کیف! قوم عرب اپنے

کل ایشائی اقوام میں کثرت اولادوقبائل پر فخر کرنے اوراسے محبوب رکھنے میں ممتازہیں۔اورہمیشہ اپنی عصبی قوت کے بھروسے پردوسری سرکش اقوام کوزیرکیا توان کی فطری یاملکی خصوصیت تھی مگرشریعت اسلام نے بھی ان کے اس خیال کااحترام کیاہے۔اس کے دیگرذرائع ووسائل کے علاوہ طبعی وسائل یعنی: تزودوتناسل میں وسعت وکثرت کو محبوب رکھا ہے جہاں ارشاد ہے: وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا رسول اللہ ﷺ اس امر ملحوظ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: تزوجواالولودفانی مکاثربکم الامم اوررسول ﷺ کے عم زادبھائی ابن عباس فرماتے ہیں: خیرہذہ الامۃ اکثرہانساء

غورکرناچاہیے کہ ایسی پاک نفوس نے اس قسم کی ترغیب وتحریک کیوں کی؟اس میں رازمضمر ہے کہ اس اصولی طبعی پر مسلمان عامل ہوتے ہوئے کسی غیرمسلم آبادی میں تھوڑے بھی جابسں گے توقلیل ہی عرصہ میں ان کی قلت دورہوجائے گی۔اوراس جگہ صاحب قوت ہوجائیں گے اورپھر وہاں کی قدیم آبادی انہیں مغلوب نہ کرسکے گی۔اوراس غرض کےلئے تاکہ مسلمان اغیاربھی اپنی قوت قائم کرسکیں اوران کے سچے قوت بازوہوجائیں گے۔

اسلام نے کتابیہ عورت سے بھی نکاح کرنے کی اجازت دیدی۔اس جگہ اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ بیوی اورشوہر کے رشتہ داروں میں ایسی شادیوں سے کسی قسم کے دوستانہ تعلقات قائم ہوجائیں گے۔دونوں فریقوں میں باہمی الفت اوراعانت کے روابط مستحکم ہوں گے جوانسانی فطرت کاتقاضہ ہے جس طرح یہ ہوگاکہ بیوی سے جواولادہوگی وہ ہرطرح اپنے ننہال والوں کی نگاہوں میں عزیزاوران سے قریبانہ تعلقات قائم کرنے والی ہوگی اوریہ صاف اظہر من الشمس ہے کہ دنیاافرادملی سے بڑھ کردوسری قوت ارفع نہیں سمجھی۔

نکاح بیوگان: قاسم امین بیگ لکھتے ہیں جب میں فرانس گیاتوجس امرنے مجھ پر سب سے زیادہ اثرکیااورجس سے مجھے سخت نفرت وحسرت ہوئی وہ یہ تھاکہ پچاس برس کی عمرکی عورتیں اب تک بے شادی ہیں۔پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں: یورپ میں ہرجگہ غیرشادی شدہ عورتیں پائی جاتی ہیں۔اگرقاسم امین ہندوستان کاسفرکئےہوتے توقریب قریب یہی خیال یہاں سے بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کیوں کہ قریب قریب ہمارکوئی کھڑکوئی خاندان معصوم بسواؤں سے خالی نہیں ہے۔ان میں اکثرایسی بھی ہیں جوازتزوج سے منقطع بھی نہیں ہونے پائی ہیں بے اولادہیں اورسخت بے بس ہیں۔کیاایسی عورت کی زندگی سخت افسوس ناک نہیں ہے؟ ذراخیال توکرے کہ ان کے دل کی کیاحالت ہوگی؟اوران کی کتنی حسرتوں کاخون آنسوبن کربہاہوگا؟اورباوجودہندستانی عورتوں کی اعلی جبلت اورفدائیت کے کتنی عورتوں کی زندگی سخت مبغوض اورباعث تنگ ہوجاتی ہے؟۔مگراس کاعلاج جواس نقص کوبالکل مٹادے کسی نے سونچا ہے؟زمانہ حال کی مردم شماریوں نے بتلایاہے کہ چندمقامات کے سواکل ممالک میں عورتوں کی تعدادزیادہ ہے۔پھرایک انجبار کابیان ہے کہ انگلینڈ اینڈویلزمیں کنواری اورانبنڈعورتوں کی تعداکنوارے اوراندوے مردوں سے دولاکھ زیادہ ہے۔

بعض انجبارکیابیان ہے کہ عورتوں کی تعدادبعض ملکوں میں یہ چند ہے۔بھلاایسی حالت میں غورفرمائیں کوئی شخص تزوج کےلئے سیکنڈہینڈ(بیوا عورتوں) کی طرف رخ کیوں کرلے گا۔جہاں اسے آسانی سے ایک نہیں دودوکنواری مل سکیں اوراس کے علاوہ جہاں یہ پیدائش میں زیادہ ہیں وہاں اموات میں مردوں سے کچھ زیادہ نمبرنہیں بڑھاتیں۔

اورھرمیں پوچھتاہوں کے بے بیاہاجوان اپنے نفس کےلئے ایک بیوہ کی طرف رغبت طبعی کیوں کرسکتا ہے؟اگرجواب نفی میں ملتاہے توانکحواالایامی منکم(النور) کی تعمیل کیوں کرممکن ہے؟ظاہران کے افسوسناک اورمعیوب زندگی کاعلاج معلوم نہیں ہوتاکیاوجہ ہے کہ باوجودمذہبی اجازت نکاح بیوگان کے مصلحان قوم کواس امرکے رواج دینے میں تقریباًبالکل ناکامیابی ہے!!اوریہ اپنی کوشش وسعی کاصرف اتناثمرہ کیوں پاسکے کہ اب اکثرمسلمانان ہنداسے معیوب نہیں سمجھتے بلکہ مفیدبات خیال کرنےلگے اوراس کے خلاف دوسرے بلاداسلامی میں مصلحان قوم کواس کی طرف توجہ کی مطلق نہیں پڑتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بڑوں(خاوندوں) کےلئے انہوں نے کبھی فکرنہیں کہ اس کےلئے کوئی گنجائش نہیں نکالی اگر اس کے ساتھ ساتھ تعدادازواج کی بھی تبلیغ کرتے توآج ساری بیوائیں سہاگنیں ہوتیں اوران کی زندگی بھی پاک اورعافیت دہ ہوتی اورسچی بات یہ ہے کہ ان کے بھاک کھل جاتے اور ان کے ذریعہ ہمارافرادکی بھی کئی گنازیادتی ہوجاتی۔یہ بات صاف ہے کہ ایک مدرکنواری عورت سے شادی کے بعددوسری تیسری جوتھی زوجہ کےلئے بیوہ عورت کی رغبت اورفیاضی بہ آسانی کرسکتاہے اورہرگزاسک اس سے دریغ کاموقع نہیں دیتا۔

یورپ میں اس گنجائش کے نہ ہونے سے سخت دقتیں ہیں شادی بیوگان کی رواج ارملیک یقانون نے اجازت دی ہے مگرسوائے دولت مند بیواعورتوں کے دوسری کی نباشاذونادر ہوتی ہے یاوہ نادارشخص دولت کے طمع میں مجبوران کی طرف راغب ہوئے اوراس عورت کےلئے رحمت بنے۔خلاصہ یہ ہے کہ اس گنجائش کے نہ ہونے سے وہاں کارورواج بھی ان

کے حق میں چنداں مفید نہیں ثابت ہوسکا۔ ان کی بھی کی مٹی بھی وہاں ایسی پلید ہے حالاں کہ تعداازواج ان یہاں بھی ممتنع نہ تھا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ مسلمانوں کی غیرت ایسی مفید بات کی تردید کے لئے انہیں کیوں کرہمت دلاتی ہے۔ ان کی برائی ٹھیک اسی بناء پر ہے جس بناء پر آج یا کل تک نکاح بیوگان کی تھی بھائیو! غیر اقوام کے بے جا اعتراض سے بہکنے نہ لگو راسخ الاعتقاد ہونے کے ساتھ اپنے اسلامی اجازت اور تعلیم کی حکمت و مصلحت پر غور کرو قرآن تمہارے لئے رحمت ہے۔ تم اپنی عقل کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کرو۔

مرد کی کمی: آج کل ہندوستان میں ایسی بری ہوا پھیل رہی ہے اور متعدی ہوجاتی ہے کہ الامان والحذر! کچھ زمانہ قبل لوگوں میں دستور تھا کہ لڑکی والے شادی کرتے وقت ان کے منسوب شوہروں کی خوشحالی یا بدحالی کا لحاظ کرلیتے تھے مگر لڑکے والے لڑکی کے کنبہ کی غربت کا چنداں خیال نہیں کرتے تھے۔ اور فوالاواقع مسلمانوں میں کبھی تلک کا رواج نہ آیا تھا دیگر رسوم ورواج تک ہی قانع معلوم ہوتے تھے لیکن اب بے محنت دولت حاصل کرنے کے پیچھے پڑے ہیں کہ ثروت کا ذریعہ امراء کے یہاں تعلق ازدواج پیدا کرنا ہی سمجھ لیا ہے۔ مگر مسلمانوں کے دن جب تک اچھے تھے زوجہ کی دولت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اس کے روپیے سے متمتع ہونے کی نظر حقارت سے دیکھتے اور کبھی بھی اس کے مال کے باعث اپنے کو اس کے نان ونفقہ سے مستغنی نہیں خیال کرتے تھے۔ مگر افسوس جس طرح اور ہزار مرض ہم میں آگئے عروم من الفروج کا مرض بھی جاگزیں ہوگیا مردم شماری ہمیں بتا چکی ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے خلقتا سہ چند ہے۔

بعض رسوم ملکی اور عام طبع دولت کی وجہ سے ہر موقع کے ملنے نہیں ہے۔ دولت مند اپنی دولت وعزت کیوجہ سے چنداں پریشان میں نہیں پڑتے لیکن پھر بھی اکثر اوقات اپنے نسبا ودولتا دب کر لڑکے لاتے ہیں اور ان کی فرمائشات اور تمناؤں کو پورا کرنے میں اعتدال سے تجاوز کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں لیکن ایسی حالت میں بیچارے غرباء کیا کرسکتے ہیں!؟ نہ ان کے پاس موٹر کار کے روپئے! نہ انگلستان کے سفر کے پیسے! دوسری طرف لڑکیوں کی پیدائش پر نظر کیجئے تو ایک ایک گھر چار چار، چھ چھ ہیں۔ کنیا دان کرتے کرتے خود باپ کا بھی دان ہوجائے۔

اخبار اور روایات متواتر سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان لڑکیاں عام اس سے بنگالی ہوں یا بہاری اس کے باعث اپنی عصمت برباد کرتی ہیں اور جانیں تلف کرتی ہیں۔ تعلیم یافتہ اور غیرت مند لڑکیاں انتظاری کے بعد اپنا قصہ آپ ختم کرلیتی ہیں یورپ میں بھی غریب لڑکیوں کا ہی حشر ہے اور اس وجہ سے ہر گھر میں بے بیاہی لڑکیاں پائی جاتی ہیں اور حسرتناک وشرمناک زندگی پر ان کا خاتمہ ہوا کرتا ہے۔

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اب تک اس مرض کے دفع کے لئے مصلحان ملت وقوم کی توجہ نہیں ہوئی ہے یورپ میں ہوں یا ہندوستان میں بنگالی ومرہٹہ سب خواب خرگوش میں ہیں۔ کسی کو اس اخلاقی کمزوری کی فکر نہیں ہے۔ لیکن میرے خیال میں اگر اس وبا کی روک ہماری قوت سے باہر ہے تو ان کے لئے تعداد ازواج کی اشاعت کے سوا کوئی علاج کارگر نہیں اور واقع روپئے کی طمع سے روکنا اور قوم کے دلوں میں اس کی جانب نفوذ پیدا کرنا مصلح قوم کی قوت زبان وقلم سے بہت بالا ہے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ اگر تعداد ازواج رواج پائے جائے تو غرباء کے لئے بڑی رحمت ہے کیوں کہ تعداد ازواج بے معنی نہیں ہوگا کبھی خوش سلیقہ ہون سمجھ وذی علم ہونا بھی اس کا باعث ہوگا اور ایسی حالت میں رمد ہر بار دولت ہی کو ہوس نہیں کرے گا۔

زن پرستی: زن پرستی تو آج کی پری محبوب بات ہے کیوں کہ سویلریشن کی اعلی ترین علامت ہے۔ گو محض تصنع ہی سہی۔ اور گو اس پر دور کا ڈھول سہاون کی مثل صادق کیوں نہ آتی ہو۔ آخر متمدن ممالک میں اس کے باعث لوگ خانگی دقتوں میں ایسے پھنستے ہیں کہ ناداری اور قرض کی نوبت پہنچتی ہے اور پھر کیف جو پلٹا کھاتی ہے تو گھر جنگ ونزاع کا مرکز بن جاتا ہے اور جیتے جی دوزخ کا نمونہ پش کرتا ہے یہی کیفیت ہمارے غیر مہذب ملک کی بھی ہے امور خانہ داری بیمدو دقتیں پش آتی ہیں اور جنس لطیف کی طلاقت لسانی اور اصرار مردوں کی دم گھونٹ ڈالتی ہے اس سے برھ کر بعض اوقات اس کا جمع اعتقاد واعمال پر ہوتا ہے اور مسلمان کی فطرت کو بالکل برباد کردیتی ہے یعنی: مسلمانوں کی عورتیں رسومات شرکیہ کی اداکاری کے لئے اپنے سمجھ دار شوہروں سے اجازت تک لے لیتی ہیں اور بعض موقعوں میں انہیں شریک تک کلیتی ہیں ایسے مردوں کے متعلق مجھے نفحۃ الیمین کی ایک حکایت یاد آگئی ہے تفریح طبع کے لئے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

حکایت: ایک شخص نے سلیمان سے باصرار منطق الطیر کے سمجھنے کی تعلیم پائی تھی مگر اس میں شرط یہ تھی کہ اگر اپنی اس صلاحیت کی اطلاع کسی کو بھی دے گا تو ملک الموت اس کی روح قبض کر لیں گے وہ اکثر حیوانات کی گفتگو پر ہنستا کبھی سبحان کہتا کبھی روتا کبھی مغموم ہو اس کے باوجود وجود کورو کو اس کی وجہ سے کچھ بد ظنی پیدا ہوتی اور وہ تھی زبردست اور میاں تھے مرغ خصال اس نے جو انہیں دھر دیا یا تو میاں بتانے پر مجبو ہوئے اور موت کی تیاری کرنے لگا۔ اس گھر کے بیل گدھے گھوڑے سب اپنے مالک کے غم میں پڑگئے چارہ پانی چھوڑ دیا۔ مگر مرغ ویسے ہی سابق دستور کھاتا پیتا بانگ دیا کرتا۔ سبھوں نے مرغ کو لعنت ملامت کرنی شروع کی۔ دو تو بیل اور گدھے تھے ہی اس نے گھوڑے سے کہا: یہاں تم دیوانے ہوگئے ایسے مالک کا غم کیا۔ دیکھو میرے تحت میں اس وقت بیس مرغیاں ہیں لیکن کسی کا مجھ پر زور غلبہ نہیں۔ اور یہ میاں ایسے ہیں کہ ایک جورو سے دب کی اپنی جان دے رہے ہیں۔

واقعی یہ بات ہے کہ یہ مرض توحد ازواج کی بدولت دامن گیر ہوتا ہے شوہر متعدد ازواج کبھی دیو نہیں پایا جاسکتا اور کبھی اس قسم کی مشکلات اسے پیش نہیں آسکتیں۔

عیاشی:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا ۳۲ .... سورۃ الاسراء

مطلق زنا کو سخت جرم قرار دیا دنیا میں اس کی سزا سنگسار کرنا کوڑے لگانا مقرر کی گئی ہے اور خدا کا گناہ گار الگ ٹھہرایا گیا ہے اور اس کے سارے رخ چھوٹی بڑی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ وامثال ذلک کہہ بند کرے دیئے گئے۔ عزل واستمنا کو جانوں کو ضائع کرنا کہہ دیا گیا۔ ترک لزوج لارہبانیۃ فی الاسلام فرما کر روک دیا گیا۔ تو پھر جس کسی کو غیر اخلاقی و شرعی عصیان میں بتلا ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے کیا صورت قائم کی جاتی۔ کیا وہ مذہب سچا اور فطرت کے مطابق ہو سکتا ہے جو باوجود اس دعوی کے کہ کافہ انام کے لئے ہے ایسی صورتوں کے لئے جو ساری دنیا اور تمام اقوام عالم کے اعتبار سے ہرگز درالوقوع نہیں کہی جاسکتی ہیں کوئی ایسا چارہ کار نہ بتائے جو اصول اخلاق و ہمدر انسان اور سچی عفت و پارسائی کے موافق ہو۔

تعجب تو یہ ہے کہ آزاد غیر محتاط طبیعتیں بھی تعدار ازواج پر بیہودہ جرات کرتی ہیں اور اس کو شرعی آوارگی سے نامزد کرتی ہیں۔ جس طریقہ کو خدا نے سا سبیلا (الاسراء: 32) سے تعبیر کیا اس کے لئے سخت سے سخت سزائیں مقرر کیں اسے تو اپنے حلال کر رہا ہے۔ جس کی خدا اجازت میں اس نفرت ظاہر کرتی ہیں۔ حالاں کیہ عملا محدود عورتوں کے وقتی شوہر بنتے ہیں اور اس کے پیچھے گھر بار عزت و آبرو جان سب برباد کر دیتے ہیں۔ اور زودہ کے حقوق تلف کر کے حق العباد کے الگ مجرم بنتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ ایسے حضرات صرف زبانی صفائی دیکھاتے ہیں درحقیقت ملکی رسم و عادات اور زمانہ کی ہوا کے تھپیڑے سے خوف کھاتے ہیں اور لرزہ کھا کر ایسی خندقوں بن گرتے ہیں جہاں کسی کی دستگیری مشکل ہے۔

اب میں پوچھتا ہوں دنیا میں ایسے لوگ کتنے ہیں جو فی الواقع اپنے بے اعتدالیوں سے عمر بھر بچاسکے ہوں ایک ہی بار جائز بی بی پر قانع رہے ہوں وہ ممتدن ممالک جسے توحد ازواج پر فخر ہے اور دوسروں دیدہ وہین کرتے ہیں اگر ان کی معاشرت اور اخلاق کا مطالعہ کرو تو اہاں ایسے ایسے فواحش تجارت کے طور پر اصول و قاعدہ کے ساتھ علانیہ ہوتے ہیں کہ شیطان بھی الامان والحذر پکارتا ہے اگر وہاں اس وجہ سے بے پردگی اور ذکور واناث کا یسا بے روک ٹوک ملانا نہ ہوتا ہے اور نہ صرف دوستوں اور احباب ہی بلکہ اعزہ و اقارب کے گھر ان کر حرم سرائیں نہ ہوتیں۔ تو ایک دن بھی یہ بسر نہ کرسکتے۔

قاسم امین بیگ لکھتے ہیں: ملک فرانس میں جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں ان میں چوتھائی سے زیادہ اولاد حرام ہوتی ہے اور ایک لاکھ پچاس ہزار اولاد حرام ہر سال بحالت حمل یا بعد از وضع حمل ضائع کردی جاتی ہے یہ اعداد وہ ہیں جن کا علم گورنمنٹ کو ہوتا ہے اور سرکاری کاغذات میں آجاتے ہیں ورنہ یہ تعداد پانچ لاکھ سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔ چول سیمیول نامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی والد الرتا قتل سے بچ جائے تو اس کو معجزہ سمجھنا چاہیے۔ ناجائز عشق کے باعث جتنے خون صرف اس ملک ہند میں ہوتے ہیں اور جن کی رپورٹیں شائع ہوتی وہ کیا کم ہیں!!!۔

ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ متمدن مالک اور نیز آزاد طبیعتوں کا فخر کرنا کہاں زیبا ہے !اور یہ کس قدر تفرقہ پیدا کرنے والے اور خلقت عالم کو برباد و نیست کرنے والے ہے۔

خدا ان نے ان امراض سے بچنے کلئے بھی ہی دوا شارۃ بتا دی ہے ایک امریکن پروفیسر الگزنڈر سل دب نے ممبئی میں اپنے ایک لیکچر میں کہا تھا کہ: یورپ و امریکہ میں اسلام طرح سے پردہ اور تعداد ازواج کا رواج ہوتا تو آج وہاں اس قدر فواحش ہرگز نہی ہوت ان شاء اللہ زیادہ قریب ہے کہ تمام یورپ اس اجازت کا قائل ہوجائے گا۔

ذات: ذات کا قصہ اور اس کی نگہداشت ایشائی خلقت کا خاصہ ہے اور اہل ہند اپنے خصوصیت میں سب سے ممتاز ہیں۔ اکثر ریفارمر نے قومی و ملکی ترقی کے لئے ارتفاع ذات کو نہایت ضروری خیال کیا ہے اور اس کی قید و بند کو موجب نکبت۔ اور وہ اپنی زبان و قلم سے اس کے مٹانے کی کوشش سے باز نہیں آئے ہیں۔ مگر جب یورپ باوجود اپنی اتنی ترقی کے قدامت پرستی اور ملیک رسوم کے سخت پابندی سے نہ بچ سکا حالاں کہ اس کی یہی پابندی وہاں فواحش و منکرات کی اشاعت کی باعث ہے تو پھر ہندوستان ایسے قدیم رسم و رواج سے وابستہ ہے کیوں بغیر کسی گنجائش و راستہ کے کسی کی سن لیتا (کہ میرے خیال میں کسی قوم کے راہ میں ترقی میں پابندی مانع نہیں ہے) اگر وہ اسلام کے اس زریں اصول و اجازت (تعدا ازواج) پر کاربند ہوتے ہوئے اس کی ترغیب دیتے تو آج سا کوبند ش شے آزاز پاتے۔ لیکن اب بھی وقت باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس سے سہل طریقہ ذات کے قیود کے مٹانے کا نہیں دوسرا نہی مل سکتا۔ دیکھئے اور پھر غور کیجئے!!۔ ہر شخص چار عورتیں ایک منصب ایک ذات کی اپنی زوجیت میں نہیں لاسکتا لامحالہ ایک سیدانی ہوگی دوسری جاٹ تیسری مغل خاندان کی ہوگی تو چوتی سنتھال یا کھونڈ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک باپ چار بچے چار مرتبے چار حسب ہوں ہوں گے۔

تقاضائے فطرت باپ کو اس امر مجبور کرے گی کہ اپنی ساری اولاد ایسے گھروں میں بیاہے کہ نظروں میں اونچے دیکھائیں دیں جو دنیا میں ہزاروں مثالیں شہر و قصبہ میں ایسی ملتی رہتی ہے پس اس طرح نصف صدی ہی کے اندر کسی تفاخر بالنسب کا خیال بھی نہ رہے گا سب کے سب مساوی اور ایک پلیٹ فارم پر آجائیں گے پھر نہ سید کا جھگڑا رہے گ نہ پٹھان کا۔

ریفارمر سوچیں کہ وہ قوم کو ہانکنا چاہتے ہیں مگر اس کے لئے قبل قوم کے لئے راستہ ہموار نہیں کرتے اور جب وہ راستہ کی پڑتا کرتے ہیں تو ہمیشہ کے یورپ کی دوربین اور فیتہ سے کام لیتے ہیں کبھی ملکی دوربین استعمال نہیں کرتے حالاں کہ ان کی زبانیں سودیشی اشیاء کے لئے چیختے سنائے دیتے ہیں!!۔

نوٹ مسلمانوں کو اپنے سیاسی مسئلہ کی تحقیق کے وقت چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

(1) پہلے قرآن کی صاف اور واضح عبارت پر غور کرنا چاہیے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق کیا فیصلہ ناطق کرتا ہے۔

(2) پھر جناب سرور کائنات نے اس کو عالم کے لئے کس طرح برت کر دکھایا اور پھر صحابہ کرام جو جناب کے تلمیذ اور فدائی تھے۔

اس کے متعلق کیا عمل رہ کیوں کہ قرآن ہم کو صرف مادی اور سوشل ہی تعلیم نہیں دیتا ہے بلکہ ہر جگہ ساتھ ساتھ پالیٹکس کی تعلیم بھی دیتا جاتا ہے (آج یورپ ان تعلیم کی قدر کر رہا اور پھل رہا) کیوں کہ حامل وحی سے بڑھ کر قرآن کے مطلب کا عالم اور عارف دوسرا کون ہوسکتا ہے؟ اور نیز صحابہ کرام سے زیادہ مستند اور زیادہ خائف اور زیادہ تعلیم یافتہ عربی زبان کا سمجھنے والا دوسرا کون ہوسکتا ہے؟ جنہوں نے مجرد خبر پر ہاتھ کے جام پھینک دیئے اور خم کے خم لڑھکا دیئے اور دسرے وقت اپنے گھر کو دولت سے خالی کر دیا اللہ اور اس کے رسول کے پیارے نام کے عوض اسے چھوڑ دیا غرض اسلام کے لئے عزت جان مال اولاد کسی کو فدا کرنے میں کبھی دریغ نہیں کیا۔

ہمارے علمائ کا فرض ہے کہ لوگوں کے سامنے اسلام کی تعلیم کی خوبیاں اور اس کی سیاست کے اوراق پیش کریں جس سے لوگوں کے کان اور آنکھیں آشنا ہوں ہماری غلط تاویل کی اصل وجہ یہی ہے کہ سچے علماء جن میں خشیۃ اللہ کا مضمون ہے اس طرف سے بے پرواہ ہیں ہم اپنی قومی و مذہبی روایات سے بالکل ناواقف ہیں نہ ایسی تفسیر سے جو مادی سوشل اور سیاسی امور کی تعلیم کو واضح کرے بخلاف اس کے یورپ میں ادنی سے ادنی شخص کی اس تفصیل سے حالات لکھی گئی ہے جس سے وہ ہر طرح کے سبق پاتے رہتے ہیں قومیت زندہ رہتی ہے اور ان کی ہمت بڑھتی رہتی ہے ہمارے تنزل کا ایک سبب یہ ہے کہ ہمارے قومی کارناموں کا کوئی عمدہ انتظام سلسلہ نہیں رہا ہے۔ مکتوب

ج: یہ خیال کہ جب تک بیوی کا نصف مہر ادا نہ کرلیا جائے اوس سے صحبت کرنا شرعا ناجائز ہے اور بغیر نصف مہر ادا کیے صحبت کرنے والا گنہگار ہے بالکل غلط اور باطل ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ہاں اگر بوقت نکاح عورت نے یہ شرط کرلی ہو کہ آدھا مہر فورا دینا ہوگا اور شوہر نے اس شرط کو منظور کرلیا ہو تو وہ آدھا مہر ادا کرنے سے اور اوس کے وصول ہونے سے پہلے شوہر صحبت کرنے کا موقع اپنے سے انکار کرسکتی ہے۔ لیکن اگر شوہر ادا کیے بغیر وطی کرلے تو یہ وطی کرنا ناجائز نہیں ہوگا۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔کتاب النکاح

صفحہ نمبر 249

محدث فتویٰ